سوال

(718)فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں چند سال سے ماہنامہ ''محدث''کا مستقل قاری ہوں اور آپ کا سوال وجواب والا کالم بہت شوق سے پڑھتا ہوں۔ میں ''فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا'' کے سلسلہ میں آپ کی رہنمائی چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے میں نے مجلہ ''الدعوۃ''میں مفتی مبشر احمد ربانی صاحب کے قلم سے یہ مسئلہ پڑھا۔ انہوں نے اپنے فتوے کی تائید میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ابن قیم کی کتابوں کے اقتباسات نقل کیے۔ پھر مفتی اعظم ابن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ پڑھا۔ شیخ الحدیث حافظ محمد شریف صاحب سے خود میں نے پوچھا۔ مولانا اقبال کیلانی کی کتاب ''نماز کے مسائل''میں بھی پڑھا۔ مذکورہ بالا تمام علما کے نزدیک یہ دعا بدعت ہے سنت نہیں۔ (کیونکہ میرے خیال میں جو چیز سنت نہ ہو، وہ بدعت ہی ہے۔)

البتہ مولانا عاصم الحداد رحمہ اللہ ''فقہ السنہ''میں لکھتے ہیں کہ اس پر ہمیشگی ٹھیک نہیں۔ پھر میں نے مشہور محقق عالم حافظ زبیر علی زئی صاحب سے خط لکھ کر پوچھا۔ ان کے دو خط میرے پاس ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ

فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں! بعض ضعیف احادیث میں فرائض کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انفرادی دعا مروی ہے۔ بعض علما مختلف روایات کے عموم اور ضعیف احادیث کی رو سے اسے ثابت سمجھتے ہیں مثلاً ''طبرانی''(یا شاید ''طبری'') کی فضیل بن سلیمان والی روایت۔ اگر یہ روایت ثابت ہوجائے تو پھر فرائض کے بعد انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح دعا کرنا جائز ہے۔ یہ مسئلہ اجتہادی ہے، اس میں بدعت کا فتویٰ نہیں لگانا چاہیئے اور قولِ راجح یہی ہے کہ یہ دعا نہ کی جائے۔ اِلا یہ کہ کبھی کبھار کوئی مطالبہ ہو۔ چونکہ یہ مسئلہ اجتہادی ہے، اس لیۓ جس کی جو تحقیق ہے عمل کرے۔ ان شاء اللہ ماجور ہوگا۔

دوسری طرف گوجرانوالہ کے عالم دین مولانا بشیر الرحمن سلفی صاحب نے اپنی کتاب غالباً ''الدعاء؛ روحِ عبادت''میں اس دعا کو بہت ساری حدیثوں اور آیتوں کی رو سے سنت ثابتہ بتلاتے ہیں۔ منکرین کو نوخیز علما میں شمار کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک سابقہ علماے اہلحدیث مثلاً مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ وغیرہ کا یہ موقف نہیں تھا اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی ایک روایت پر وہ بہت زور دیتے ہیں۔

اسی مسئلے پر اس سلسلے کی دوسری کتاب جس کے اوپر یعنی باہر والے ٹائٹل پر ''فرض نمازوں کے بعد دعائے اجتماعی کے فضائل و دلائل''از مولانا عبدالجبار سلفی اور اندر والے ٹائٹل پر ''فرض نمازوں کے بعد دعائے اجتماعی اور اہلحدیث کا مسلک اعتدال''لکھا ہوا ہے۔ مولانا ابو مسعود عبدالجبار سلفی صاحب بھی اسے سنت ہی بتلاتے ہیں اور بہت ساری حدیثوں اور آیتوں سے حوالے دیتے ہیں۔ موخر الذکر دونوں علما منکرینِ اجتماعی دعا (یعنی علمائی) کو بعض جگہ پر بہت سخت الفاظ کہہ جاتے ہیں جس کا اندازہ دونوں کتابیں پڑھنے سے ہوتا ہے۔

اب آپ بتائیں کہ ایسی صورتحال میں ہم کیا کریں۔ دونوں طرف اہل حدیث علماء ہیں کچھ سنت بتلا رہے ہیں اور کچھ بدعت (معاملہ سنت اور بدعت کا ہے)۔ اس سلسلے میں بہت سے سوال ذہن میں اٹھتے ہیں مثلاً: ا۔ اہلحدیث علماء میں اتنا اختلاف کیوں ہے؟

۲۔ کیا واقعی یہ دعا بدعت ہے؟ اگر ہے تو پھر جو علماء اسے سنت سمجھتے ہیں، بالخصوص جن کا میں نے ذکر کیا ہے، ان کی کتابوں میں جو دلائل ہیں ان کا کیا کریں؟

۳۔ اور اگر بدعت نہیں ہے تو جو علماء اسے بدعت سمجھتے ہیں، وہ کن دلائل کی رو سے اسے بدعت کہتے ہیں؟

۴۔ یا پھر یہ مسئلہ اجتہادی ہے (سنت، بدعت والا کوئی مسئلہ نہیں) جس کی جو تحقیق ہو عمل کرے۔ دونوں طرح ٹھیک ہے گنجائش موجود ہے؟

۵۔ انفرادی دعا فرائض یا سنن کے بعد باقاعدگی سے جائز ہے؟ یا کبھی کبھار؟

۶۔ بعض علماء صرف جمعہ کی نماز کے بعد ہمیشہ دعا کرتے ہیں۔ اس میں شرکت کا کیا حکم ہے؟

میں نے ساری تفصیل سے آپ کو آگاہ کر دیا ہے۔ برائے مہربانی دونوں صورتوں میں یعنی اگر بدعت ہے تو سنت کہنے والوں کے تمام دلائل کی حقیقت اور اگر سنت ہے تو منکرین کیوں اسے بدعت کہتے ہیں، مکمل تفصیل سے بیان کریں۔ نیز سابقہ علما اور محدثین کے مسلک کو بھی بیان کریں۔ جزاکم اللہ خیراً (محمد نوید عامر)

الجواب بعون الوہاب بشرط صحۃ السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

بلاشبہ عام حالات میں ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنا متعدد احادیث سے ثابت ہے جس میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے۔ اس موضوع پر علامہ سیوطی کا ایک مستقل رسالہ بنام فض الوعاء فی احادیث رفع الیدین فی الدعاء بھی ہے اور اسی موضوع پر حافظ منذری کی بھی ایک تصنیف ہے اور امام نووی نے المجموع شرح المهذب (۴/۵۰۷ تا ۵۱۱) میں صفۃ الصلاۃ باب کے آخر میں صحیحین سے یا دونوں میں سے کسی ایک سے قریباً تیس احادیث جمع کی ہیں جن میں دعا میں رفع الیدین کی تصریح موجود ہے۔ مزید برآں قرآن کی متعدد آیات میں دعا کی صرف ترغیب و تحریص ہی نہیں بلکہ دعا کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ جن کی عملی تفسیر خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ، إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ﴾ (النجم: ۳،۴) ''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خواہش نفس کی پیروی میں بات نہیں کرتے وہ تو وحی ہوتی ہے جو ان پر اتاری جاتی ہے۔''

شریعت کی قولی و فعلی تشریحات کتبِ احادیث اور ان کی شروح میں محفوظ ہیں جن کے ذریعے ایک طالبِ حق بآسانی مطلوبہ مقاصد سے آگاہی حاصل کر سکتا ہے۔ بالخصوص نماز ایک عظیم فریضہ ہے جس کی جملہ جزئیات کا عملی نمونہ ہمہ وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود تھے اور صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت آپ کی اقتدا میں پانچوں وقت نمازیں پڑھتی تھی۔ اُنہوں نے ہر اعتبار سے نماز کے مسائل کی وضاحت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ مگر ان سے کسی ایک فرد نے بھی نماز کے بعد اجتماعی دعا کا ذکر تک نہیں کیا۔ پھر محدثین عظام جن کی حدیثی خدمات اظہر من الشمس ہیں جنہوں نے ایک ایک فرمانِ نبوی سے بے شمار مسائل کا استنباط و استخراج کیا، کبھی کسی نے کسی روایت سے فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کا وجوب یا استحباب کا مسئلہ اَخذ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اجتماعی دعا کے قائلین نے جن روایات کو اپنے استدلال کی بنیاد بنایا ہے، وہ بھی ذخیرئہ حدیث میں موجود اور محدثین کے سامنے تھیں۔ لیکن اس کے باوجود آپ ائمہ محدثین کے ابواب و تراجم کو اٹھا کر دیکھیں، آپ کو اجتماعی دعا کے فرض یا استحباب پر ادنیٰ سی جھلک بھی نظر نہیں آئے گی۔ اجتماعی دعا کے قائلین کے دلائل اور ان پر محاکمہ درج ذیل ہے:

۱۔ بطورِ مثال حضرت ابوامامہ کی روایت کو لیجیے...

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ دعا کس وقت زیادہ قبول ہوتی ہے۔ ارشاد فرمایا: جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات رات کے آخری حصہ میں اور فرض نمازوں کے بعد۔ سنن الترمذی: ۵/ ۱۸۸ عمل الیوم واللیلة للنسائی: ص: ۱۸٦

یہ روایت ابواب ماجاء فی جامع الدعوات کے ضمن میں بیان ہوئی ہے اور امام ترمذی نے اس پر حسن کا حکم لگایا ہے۔ اصل صورتِ حال یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اس میں ابن جریج مدلس راوی ہے۔ دار قطنی نے کہا کہ بدترین تدلیس ابن جریج کی ہے کیونکہ وہ تدلیس اس وقت کرتا ہے جب اس نے حدیث کسی مجروح سے سنی ہو۔ اسی امر کی صراحت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب طبقات المدلسین میں بھی موجود ہے اور روایت ہٰذا کو ابن جریج نے عنعنہ سے ذکر کیا ہے، سماع اور تحدیث کی صراحت نہیں کی۔

دوسری بات یہ ہے کہ سند میں انقطاع ہے کیونکہ اس میں راوی عبدالرحمن بن سابط کا ابن جریج سے سماع ثابت نہیں، امام ابن معین نے یہی کچھ کہا ہے۔ پھر یہ بھی یاد رہے کہ اس حدیث میں دبر الصلوات المکتوبات کا اضافہ ''شاذ'' ہے۔ کیونکہ اس حدیث کی ابوامامہ سے پانچ سندیں اور بھی ہیں جن میں یہ اضافہ نہیں بلکہ صرف پہلے ٹکڑے جوف اللیل الآخر پر اکتفا کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: الفتوحات الربانیة: ۳/ ۳۰

اگر اس حدیث کو مان بھی لیا جائے تب بھی چونکہ اس حدیث میں اجتماعی دعا کا تو ذکر ہی نہیں، اس لئے یہ دلیل کیسے بن سکتی ہے؟ صاحبِ مشکوٰۃ نے اس حدیث کو عنوان ''باب الذکر بعد الصلوۃ'' کے تحت ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولف کے نزدیک اس سے مقصود عمومی ذکر واذکار ہیں جو انفرادی طور پر ہاتھ اٹھائے بغیر دعا ہی کی ایک شکل ہے اور ان میں کسی کو کوئی اختلاف ہی نہیں کہ جس طرح حالت نماز میں ذکر ہیں، اسی طرح سلام پھیرنے کے بعد بھی بہت ساری دعائیں پڑھنا مسنون ہیں۔ ہر مقام پر یہ سمجھ لینا کہ ہاتھ اُٹھائے بغیر دعا کا کوئی تصور نہیں، ایسا تصور جہالت اور شرعی نصوص سے لاعلمی پر مبنی ہے۔

۲۔ اجتماعی دعا کے قائلین کا استدلال مصنف ابن ابی شیبہ کی اس روایت سے بھی ہے جو یزید بن اسود عامری سے مروی ہے کہ

'صَلَّیۡتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ الۡفَجۡرَ، فَلَمَّا سَلَّمَ انۡحَرَفَ ورفع یدیہ ودعا'

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو قبلہ کی طرف سے منہ موڑ کر دونوں ہاتھ اُٹھا کر دعا کی۔'' مصنف ابن ابی شیبة، کتاب الصلوۃ، مَنۡ کَانَ یَسۡتَحِبُّ اِذَا سَلَّمَ اَنۡ یَقُومَ اَوۡیَنۡحَرِفَ، رقم: ۳۰۹۳

اس روایت کی سند بھی ''حسن'' درجہ کی ہے مگر اس میں ورفع یدیہ ودعا کے الفاظ نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ کی کتاب الصلاۃ باب من کان یستحب إذا سلم أن یقوم أو ینحرف (۱/ ۳۰۲) میں یہ روایت موجود ہے لیکن 'ورفع یدیہ ودعا' کے الفاظ اس میں موجود نہیں جیسا کہ محترم حافظ ثناء اللہ مدنی نے بھی اشارہ کیا ہے۔ ان الفاظ کے اضافے کا معاملہ بھی ایک داستان ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ چند اہل علم نے غلط فہمی سے اسے اپنی کتابوں میں نقل کردیا اور ان کے بعد میں آنے والے دیگر اہل علم بھی اصل کتاب سے مراجعت کیے بغیر حوالہ دیتے رہے۔ مثلاً شیخ محمد بن مقبول الاہدل یمنی (متوفی ۱۲۵۸ھ) نے سب سے پہلے اپنے رسالہ سنیة رفع الیدین فی الدعا بعد الصلاۃ المکتوبة میں اسے ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے نقل کیا۔ اسی طرح شیخ عبدالحی لکھنوی نے اپنی کتاب النافع الکبیر کے آخر میں فرض نمازوں کے بعد دعائے اجتماعی کے ثبوت کے لیے اس سے ملتی جلتی روایت ابن السنی کی سند سے ذکر کی۔ پھر ابن ابی شیبہ ہی کی روایت کی بنیاد پر سید نذیر حسین دہلوی، محمد عبدالرب، سید حسین احمد وغیرہ نے بھی فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کے جواز کا فتویٰ دے دیا۔ دیکھئے فتاویٰ نذیریہ، ج: ۱، ص: ۵٦٦، ۵۷۰۔

اسی طرح حافظ عبداللہ روپڑی نے بھی ابن ابی شیبہ کی اس روایت کے پیش نظر فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کے ثبوت کا فتویٰ دیا۔ دیکھئے فتاویٰ اہل حدیث، ج: ۲، ص: ۱۹۰ تا ۱۹۳۔ اسی طرح محمد علی المالکی (متوفی: ۱۳٦٦ھ) نے اس کتاب کی تلخیص میں، پھر ظفر احمد تھانوی نے انہی کا تتبع کرتے ہوئے اعلاء السنن (۴/ ۱٦۴) میں اور علامہ بنوری نے معارف السنن (۳/ ۱۲۳) میں اسے ذکر کیا، حالانکہ اصل کتاب میں وہ الفاظ ہی نہ تھے کہ جن کی بنیاد پر مسئلہ مذکور ثابت کیا جا رہا تھا۔ مذکورہ بالا یہ تفصیل شیخ ابوغدہ عبدالفتاح نے اپنی تالیف ثلاث رسائل فی استحباب الدعائ، ص: ۱۳۸ تا ۱۴۰ میں رقم کی ہے۔ (محدث)

یہ حدیث ابوداود، نسائی، ترمذی اور مسند احمد وغیرہ میں بھی ہے مگر ان میں بھی مذکورہ الفاظ نہیں۔

۳۔ ان حضرات کا استدلال حضرت ابوہریرہ کی اس روایت سے بھی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد قبلہ رخ ہو کر یہ دعا کی:

'اللھم خلص الولید بن الولید وعیاش بن ابی ربیعۃ... الخ'' تفسیر ابن کثیر ۱/۵۵۵

اس روایت میں کئی باتیں محل نظر ہیں اوّل، تو اس میں بھی اجتماعی دعا کا ذکر نہیں۔ثانیاً، اس میں راوی علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔ثالثاً، اس روایت کی تین سندیں اور بھی ہیں جن میں رکوع کے بعد اس دعا کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی بن زید کو روایت میں وہم ہوا ہے کیونکہ مذکورہ دعا قنوتِ نازلہ تھی۔

۴۔ ان حضرات کا استدلال فضل بن عباس سے مروی اس روایت سے بھی ہے کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز دو دو رکعت ہے۔ ہر دو رکعت میں تشہد پڑھو یعنی سلام پھیرو۔ خشوع و خضوع اور اطمینان کرو پھر دونوں ہاتھوں کو اپنے رب کی طرف سیدھے پھیلاؤ اور یا رب یا رب کہو۔ جو شخص ایسا نہیں کرے گا، اس کی نماز ناقص ہوگی، ناقص ہوگی۔ اور ایک دوسری روایت میں اس شخص کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ ایسا ایسا ہے۔'' سنن الترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّخَشُّعِ فِي الصَّلَاةِ، رقم: ۳۸۵

یہ روایت مسند احمد، ترمذی، ابویعلی اور ابن خزیمہ وغیرہ میں ہے۔ اس کے بھی متعدد جوابات ہیں:

۱۔ اس کی سند میں عبداللہ بن نافع بن ابی العمیاء مجہول راوی ہے۔

۲۔ اس روایت کا تعلق نفلی نماز سے ہے کیونکہ فرض نماز تو تین اور چار رکعت بھی ہوتی ہے۔ ائمہ حدیث ابوداود، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور بیہقی اس کو ''باب صلوۃ اللیل والنہار'' کے تحت لائے ہیں اور امام ترمذی نے اس کو ماجاء فی التخشع فی الصلاۃ میں ذکر کیا ہے۔

۳۔ اگر اس روایت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس میں اجتماعی دعا کا ذکر ہی نہیں کیونکہ اس میں تو سب صیغے واحد کے ہیں۔

۵۔ ان لوگوں کا استدلال حضرت عبداللہ بن زبیر کے ایک اثر سے بھی ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو سلام پھیرنے سے پہلے ہاتھ اٹھائے دیکھا تو کہا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فراغت کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتے تھے۔'' مجمع الزوائد

واقعہ کے سیاق سے ظاہر ہے کہ یہ آدمی دوسروں کے سامنے انفراداً نماز پڑھ رہا تھا۔ اس لئے یہ قصہ نفلی نماز کا ہے، نہ کہ فرض کا۔ بنا بریں زیرِ بحث مسئلہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

۶۔ نیز ان کا استدلال اس روایت سے بھی ہے کہ جو آدمی ہر نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہے: اللھم إلٰھی وإلٰہ إبراہیم الخ تو اس کے ہاتھوں کو اللہ نامراد نہیں پھیرتا۔ (عمل الیوم واللیلہ از ابن السنی: ص) تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند میں راوی اسحق بن خالد ضعیف ہے اور عبدالعزیز بن عبدالرحمن بھی اس میں سخت ضعیف ہے اور تیسرا راوی خصیف بن عبدالرحمن کمزور حفظ والا (سیئ الحفظ) ہے یعنی اس کا حافظہ خراب ہے اور امام احمد نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

۷۔ بعض لوگ اس روایت سے بھی استناد لیتے ہیں کہ

''جو شخص کسی قوم کا امام ہو تو اسے اپنے لئے ہی دعا نہیں کرنی چاہئے، اگر اس نے ایسا کیا تو اس نے قوم کی خیانت کی۔'' مسند احمد، سنن أبي داود، بَابُ أَيُصَلِّي الرَّجُلُ وَهُوَ حَاقِنٌ؟، رقم: ۹۰، سنن الترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي كَرَاهِيَةِ أَنْ يَخُصَّ الإِمَامُ نَفْسَهُ بِالدُّعَاءِ، رقم: ۳۵۷

اس کا جواب یہ ہے کہ ابن خزیمہ نے اپنی صحیح (۱/۶۳) میں اور علامہ البانی نے ضعیف الجامع میں اس کو ضعیف کہا ہے۔ (۲۵۶۵)

بفرضِ تسلیم، اس کا تعلق اندرونِ نماز دعاوں سے ہے، نماز سے فراغت کی دعاوں سے نہیں۔ دوسری طرف امام ابن قیم نے ''زاد المعاد'' میں اس امر کی تصریح کی ہے کہ تمام نماز

میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں بصیغہ مفرد ہیں تو پھر مقتدیوں کی شرکت کا کیا معنی ہوا، یہ بھی غور طلب معاملہ ہے۔ اور ابن خزیمہ نے حدیث ہذا کو غیر ثابت کہا ہے اور دعائِ استفتاح اللھم اغسلہ من خطایای پر انہوں نے باب قائم کیا ہے کہ امام کو اپنے لئے خصوصی دعا کرنے کی رخصت ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح ابن خزیمہ (۳/۶۳) اور امام ابن تیمیہ کا خیال ہے کہ یہ حدیث دعائِ قنوت وغیرہ کے بارے میں ہے۔ زاد المعاد: ج ۱، ص: ۲۶۴

نیز اس حدیث میں صرف امام کے لئے ہدایت ہے کہ اپنے لئے خاص دعا نہ کرے، اس میں یہ تو نہیں کہ مقتدی بھی ساتھ دعا کریں، لہٰذا اس حدیث سے بھی اجتماعی دعا پر استدلال کرنا ناقابل قبول ہے اور پھر یہ خطاب بحالتِ امامت ہے، سلام پھیرنے کے بعد والی کیفیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

عرصہ ہوا، گلبرگ لاہور میں ایک تقریب تھی جس میں استاذِ مکرم حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ اور راقم الحروف شریک تھا۔ اس وقت مغرب کی نماز محدث گوندلوی نے پڑھائی، بعد میں کسی نے کہا: حضرت دعا کیجئے تو انہوں نے فرمایا کہ میری امامت ختم ہو چکی ہے۔ ان کا مقصود یہ تھا کہ امام اور مقتدی اب اِقتدا کی پابندی سے آزاد ہیں، اس لئے اجتماعی دعا کی ضرورت نہیں۔

اجتماعی دعا اور صحابہؓ وتابعین رحمہ اللہ کا طرزِ عمل

سوال میں جس روایت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، غالباً وہ فضل بن عباس کی روایت ہے جس کی حقیقت پہلے واضح ہو چکی۔ بعض لوگوں کا دعویٰ یہ بھی ہے کہ فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کرنے پر تعامل اُمت ہے۔ اب بالاختصار اس کی حقیقت کو ملاحظہ فرمائیں:

کتبِ احادیث میں مشہور قصہ ذوالیدین سے بھی اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ عہدِ نبوت میں نماز کے بعد اجتماعی دعا کا تصور نہ تھا۔

صحیح بخاری کے الفاظ یوں ہیں: 'وَخَرَجَ سَرَعَانُ النَّاسِ فَقَالُوا: أَقَصُرَتِ الصَّلَاةُ؟'

یعنی ''مسجد سے جلدی نکلنے والے مقتدی یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ کیا نماز کم کر دی گئی ہے۔'' صحیح البخاری، بابُ مَن یُکَبِّرُ فِی سَجدَتَیِ السَّهوِ، رقم: ۱۲۲۹

اور صحیح بخاری میں باب التَّسلیم کے تحت حدیث ہے کہ حضرت اُمّ سلمہؓ نے فرمایا: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو عورتیں فوراً اُٹھ کھڑی ہوتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑے سے وقفہ کے لئے تشریف رکھتے۔'' امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ''میرا خیال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے بیٹھے رہتے تاکہ عورتیں مردوں سے پہلے گھروں کو رخصت ہو جائیں۔'' صحیح البخاری، بابُ التَّسلیمِ، رقم: ۸۳۷

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی سلام پھیرنے کے باب کے تحت نقل کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد بیٹھے رہنے کا عام حالات میں اس وقت معمول نہ تھا۔ اس سے نماز سے فراغت کے بعد اجتماعی دعا کا تصور ناپید ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری کے باب الذکر بعد الصلوۃ کی احادیث پر غور کیجئے یہاں صرف ذکر و اذکار کی تصریح ہے جس سے اجتماعی دعا کی خود بخود نفی ہو جاتی ہے اور صحیح بخاری کے باب مکث الإمام فی مصلاہ بعد السلام اور باب من صلی بالناس فذکر حاجۃ فتخطا ہم پر بار بار غور فرمائیے، حقیقتِ حال منکشف ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ

ابن ابی شیبہ (۱/۳۰۲) میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سلام پھیرنے کے بعد امام کے بیٹھے رہنے کو بدعت قرار دیتے تھے اور عبداللہ بن عمر نماز کے اِتمام پر فوراً کھڑے ہو جاتے یا جائے نماز سے اُٹھ جاتے۔ کتاب الصلوۃ باب من قال یستحب إذا سلم ان یقوم ویتحرف: ۱/۳۰۱

حضرت ابو عبیدہ بن جراح کی سلام کے بعد ایسی کیفیت ہوتی، گویا گرم پتھر پر تھے۔ فوراً اُٹھ کھڑے ہوتے۔ ابن ابی شیبہ: ۱/۳۰۲

نیز صحیح حدیث میں حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ لَمْ يَقْعُدْ إِلَّا مِقْدَارَ مَا يَقُولُ : اللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ ، تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ نُمَيْرٍ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ "صحیح مسلم : کتاب المساجد باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ وبیان صفتہ ، رقم : ۵۹۲

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرنے کے بعد اللھم انت السلام ... الخ'' پڑھنے کے مقدار برابر بیٹھتے۔''

اور حضرت ابن مسعودؓ سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس طرح مروی ہے۔ اگرچہ اہل علم نے اس حدیث کی مختلف توجیہیں کی ہیں مگر ایک ظاہری توجیہ یہ بھی ہے جس سے انکار کی گنجائش نہیں کہ سلام پھیرنے کے بعد آپ فوری تشریف لے جاتے۔

حسن بصری سلام کے بعد پیچھے ہٹ جاتے یا فوراً اُٹھ کر چلے جاتے۔ مصنف ابن ابی شیبہ : ۳۰۲/۱

اور طاوس جب سلام پھیرتے تو بلا توقف فوراً اُٹھ کر چلے جاتے، بیٹھتے نہیں تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ : ۳۰۲/۱

ابن مسعودؓ جب سلام پھیرتے تو صف سے اُٹھ کر مشرق یا مغرب کی طرف چلے جاتے۔ مصنف عبدالرزاق : رقم ۲۴۳/۳۲۲۱، ۲، مصنف ابن ابی شیبہ : ۳۰۲/۱

نسائی میں ہے کہ حضرت انس فرماتے ہیں : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ہلکی اور پوری پڑھا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے ہی اُٹھ جاتے، پھر میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، وہ بھی سلام کے بعد کود کر اپنی جگہ سے کھڑے ہوجاتے، گویا کہ گرم پتھر پر تھے۔ صحیح سنن نسائی : رقم : ۹۴۰، للالبانی ... ابوالرتاد کہتے ہیں کہ میں نے خارجہ بن زید سے سنا کہ وہ ان اماموں کے عمل کو کوتاہی شمار کرتے تھے جو سلام پھیرنے کے بعد بیٹھے رہتے ہیں اور فرماتے کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ امام اٹھ کر فوراً چلا جائے۔ سنن کبریٰ بیہقی : ۱۸۳/٦ ... شعبی اور ابراہیم نے بھی بیٹھے رہنے کو مکروہ سمجھا ہے۔ سنن کبریٰ بیہقی ۱۸۲/۲

2 ... اور یہ بات حضرت عمر سے بھی منقول ہے۔ سنن کبریٰ بیہقی : ۱۸۲/۲ ... فقہ مالکی کی کتاب المدونۃ میں امام مالک کا قول منقول ہے کہ امام کو سلام کے فوراً بعد اُٹھ کر چلے جانا چاہئے، بیٹھے نہیں رہنا چاہئے۔ ان آثار کو ذکر کرنے سے مقصود عملاً اجتماعی دعا کی نفی ہے ورنہ اگر کوئی بیٹھا رہے تو اسکا بھی جواز ہے جس طرح کہ دیگر روایات میں تصریح ہے۔

فتوی اللجنۃ الدائمۃ سعودی عرب میں کبار علما پر مشتمل اللجنۃ الدائمۃ نے بھی اس بارے میں فتوی صادر کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں

''عبادات کی جملہ اقسامِ توقیفی ہیں۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی ہیئات اور کیفیات کا طریق کار کتاب وسنت سے ثابت ہونا چاہئے۔ نماز کے بعد اجتماعی دعا کی مزعومہ صورت کا ثبوت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر سے نہیں ملتا۔ ساری خیر اسی میں ہے کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی پیروی کریں۔

نماز سے فراغت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو وِرد و وظائف پڑھتے تھے، وہ مستند دلائل سے ثابت ہیں بعد میں انہی وظائف پر آپ کے خلفائِ راشدین، صحابہ کرام اور ائمہ سلف صالحین کاربند رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کے خلاف جو طریقہ ایجاد کیا جائے گا، وہ مردود ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے : من عمل عملا لیس علیہ امرنا فھو ردّ جو دین میں نیا طریقہ ایجاد کرے، وہ ناقابل قبول ہے۔

جو امام سلام پھیرنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے اور اس کے مقتدی بھی ہاتھ اٹھائے آمین، آمین کہتے ہیں، ان حضرات سے مطالبہ کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے دلیل پیش کریں ورنہ اس عمل کی کوئی حقیقت نہیں، وہ ناقابل قبول اور مردود ہے۔ جس طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے : قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ (النمل : ٦٤) سنت سے ہمیں کوئی دلیل نہیں مل سکی جو ان کے دعویٰ کی مستند بن سکے۔'' فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ : ۹۹/۷

اس فتویٰ کو میں نے اپنی عربی تصنیف جائزۃ الاحوذی فی التعلیقات السلفیۃ علی سنن الترمذی میں بھی درج کیا۔ راقم السطور نے بلادِ عربیہ کا بالعموم اور سعودی عرب کا بالخصوص متعدد مرتبہ دورہ کیا ہے، کسی مقام پر نماز کے بعد اجتماعی دعا کا عمل نظر نہیں آیا۔ دراصل یہ برصغیر میں ہندوستانی اور پاکستانی بعض سلفیوں اور اکثر حنفیوں کی ایجاد ہے۔ اس کو دین کا حصہ

سمجھ لیا گیا ہے۔ کیا ان ممالک میں رہائش پذیر سب جاہل اور مسئلہ ہذا سے نابلد ہیں، حقیقتِ حال اس کے برعکس ہے۔ (حافظ صاحب کے تفصیلی فتویٰ سے یہ شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ آپ اجتماعی دعا کی مطلق طور پر نفی کررہے ہیں بلکہ بعض استثنائی صورتوں میں آپ اجتماعی دعا کے قائل ہیں مثلاً ہفت روزہ الاعتصام (ج ۵۴/عدد ۱۶، بابت ۲۶۔ اپریل تا ۲ مئی ۲۰۰۲ء، صہ: ۹) میں حافظ صاحب ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بارش کے لیے اجتماعی دعا کی تھی چنانچہ صحیح بخاری میں ہے: 'فَرَفع رسول اللہ یدیہ یدعو ورفع الناس اَیدیھم معہ یدعون...' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بوقتِ حاجت یا ضرورت اور کسی سبب کی بنا پر اجتماعی دعا کا جواز ہے۔

اسی طرح ایک اور سائل کا جواب دیتے ہوئے حافظ صاحب رقم طراز ہیں: ''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرماتھے کہ عمر بن عاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ نے تو اس امت کو تباہی کے کنارے پر لا کھڑا کیا ہے۔ لہٰذا آپ اور دوسرے لوگ بھی آپ کے ساتھ توبہ کریں۔ علقمہ کا بیان ہے کہ آپ نے قبلہ رخ ہوکر ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: اللھم انی استغفرک واَتوب الیک اور لوگوں نے بھی آپ کے ساتھ ہاتھ اٹھائے۔

اسی طرح موصوف اپنے ایک فتویٰ (الاعتصام، ۱۲/جنوری ۲۰۰۱ئ، ص: ۱۱) میں رقم طراز ہیں کہ ''ہمارے شیوخ محدث روپڑی اور محدث گوندلوی a نماز کے بعد اجتماعی دعا کے عملاً قائل و فائل نہ تھے، الا یہ کہ کسی کی طرف سے دعا کی درخواست ہو۔ چنانچہ مقتدیوں میں سے کسی کے تقاضے پر یا امام کی کسی ضروت اور مطالبے پر اجتماعی دعا کرنا جائز ہے جب کہ اسے نمازوں میں معمول بنا لینا خلاف سنت ہے۔'' (محدث) ہم سب کا فرض ہے کہ اس پر غوروفکر کریں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَالَّذِينَ جٰهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت: ٦٩) ''اور جن لوگوں نے ہمارے لئے کوشش کی، ہم ان کو ضرور اپنے رستے دکھا دیں گے۔''

بنا بریں کتاب و سنت کے سچے اور مخلص داعی کا فرض ہے کہ قائلین اور فاعلین سے اس سلسلہ میں نص صحیح وصریح کا مطالبہ کرے۔ بصورتِ دیگر ان کو اپنے غلط موقف سے رجوع پر مجبور کرے۔ والتوفیق بیداللہ دیگر ضمنی سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱۔ اہلحدیث کا مسلک چونکہ کتاب و سنت ہے بسا اوقات نصوص کے فہم کی بنا پر اختلاف پیدا ہوجاتا ہے، اس بنا پر یہ فعل قابل مذمت نہیں۔

۲۔ جب یہ عمل سنتِ صحیحہ سے ثابت نہیں تو بلاشبہ بدعت ہے۔ مخالفین کے دلائل کی بنا شرعی عمومات پر ہے، جو محل اختلاف میں مفید نہیں۔

۳۔ ظاہر ہے کہ جو شئے سنت سے ثابت نہیں، وہ بدعت ہے۔

۴۔ عبادات میں اصل توقف ہے، اجتہاد کی گنجائش نہیں۔

۵۔ انفرادی دعا کا آدمی کو ہر وقت اختیار ہے، جس مناسب وقت میں چاہے مانگ سکتا ہے لیکن ہمیشہ ایک وقت کا التزام نہیں کرنا چاہئے۔

۶۔ جمعہ کی نماز کے بعد والی دعا کا حکم بھی نماز کے بعد اجتماعی دعا جیسا ہے، تخصیص کی کوئی دلیل نہیں۔

اس مسئلے کے بارے میں ''کتاب الاعتصام'' از امام شاطبی لائق مطالعہ ہے۔

اللہ رب العزت جملہ اہل اسلام کو کتاب و سنت کے صحیح فہم کی توفیق عطا کرے۔ آمین

اجتماعی دعا پر حنفی علماء کا موقف

اس موضوع پر ایک مخلص حنفی دوست (محترم محمد سرور صاحب نے یہ تحریر ماہنامہ القاسم (ج: ٦/عدد: ١١، مارچ: ٢٠٠٣ئ، ص: ١٩) میں بھی شائع کرائی ہے۔) اشاعتِ دین کا جذبہ صادقہ رکھنے والے نے درج ذیل تحریر میرے سپرد کی ہے، ان کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

’’آپ کو معلوم ہے کہ خانہ کعبہ اور مسجد نبوی میں نماز کے بعد اجتماعی دعا کبھی بھی نہیں ہوتی اور نہ دعا بعد الفرائض میں رفع یدین ہوتا ہے۔ پاکستان میں بھی اہل حدیث کی اکثر وبیشتر مساجد میں نماز کے بعد اجتماعی دعا نہیں ہوتی۔ دعا بعد الفرائض انفرادًا رشید احمد رحمہ اللہ (بانی ہفت روزہ ’’ضربِ مومن‘‘ اور روزنامہ ’’اسلام‘‘) اپنی مشہور تالیف ’’نمازوں کے بعد دعا‘‘ یعنی زبدۃ الکلمات فی حکم الدعاء بعد الصلوات میں احادیث، عباراتِ فقہ، الروایات المزیدۃ، العبارات المزیدۃ کے تحت پوری تحقیقات کے بعد مندرجہ ذیل فتویٰ صفحات ۱۹، اور ۲۰ پر صادر فرماچکے ہیں۔

حاصل کلام: زبدۃ الکلمات مع ضمیمہ میں مندرجہ تحقیقات کا حاصل یہ ہے:

1۔ نماز کے بعد اجتماعی دعا کا مروّجہ طریقہ بالاجماع بدعت قبیحہ ہے۔

2۔ دعا بعد الفرائض میں رفع یدین نہیں، اِلاان یدعواحیانا لحاجۃ خاصۃ (الا کہ کبھی کسی خاص ضرورت کے لئے ایسا کیا جائے)

3۔ امام مالک اور امام طرطوشی اور ان دونوں کے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر نماز کے بعد فارغ ہوتے ہی امام کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا لازم ہے۔

4۔ عندالاحناف بھی امام کا فجر و عصر کے سوا نماز کے بعد تین بار استغفار اور دعا اللھم انت السلام الخ سے زیادہ دیر بیٹھنا مکروہ ہے۔ اس دعا میں نہ رفع یدین ہے، نہ اجتماعیت۔ امام و مقتدی ہر شخص بلارفع یدین سراً و انفراداً یہ مختصر سی دعا مانگ کر سنتوں میں مشغول ہوجائے۔

فجر و عصر کے بعد اس شرط سے بیٹھنا جائز ہے کہ اوراد و اَدعیہ میں امام اور مقتدیوں کے درمیان کوئی رابطہ نہ رہے۔ نماز کے بعد کی دعا میں اجتماعیت بدعت ہے۔ امام ہو یا مقتدی ہر شخص اپنے طور پر انفراداً، سراً بلا رفع یدین دعا مانگے۔ فرض کے بعد کی دعا میں رفع یدین نہیں، البتہ کبھی کبھار کسی خاص ضرورت سے کوئی دعا مانگنا چاہے تو رفع یدین کرسکتا ہے مگر دوسروں کے سامنے التزام نہ کرے تاکہ کسی کو فرض کے بعد کی دعا میں رفع یدین کا شبہ نہ ہو۔

5۔ نوافل کے بعد انفراداً ہاتھ اٹھا کر طویل دعا مسنون ہے۔

6۔ دعا کے لئے اجتماع بدعت ہے، البتہ کسی دوسرے مقصد کے لئے اجتماع ہو تو اس میں اجتماعی دعا جائز ہے۔ واللہ الہادی إلی سبیل الرشاد وھوالعاصم من المحدثات فی الدھن والبدع والضلال (۹ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ)

اس تالیف کے صفحات ۲۰ تا ۲۴ پر مذکورہ بالا فتویٰ کی موافقت اور تائید میں عصر حاضر اور ماضی قریب کے اکابر کی تحریرات بھی کلمۃ الجامع کے عنوان کے تحت پیش کی گئی ہیں۔

مندرجہ بالا فتویٰ مندرجہ ذیل آیاتِ مبارکہ کے بھی عین موافق معلوم ہوتا ہے:

ادعوا ربّکم تضرُّعًا وخُفیۃً اِنّہٗ لایُحِبُّ المُعتَدین 55 ... سورۃ الاعراف

وَاذکُر ربّکَ فی نَفسِکَ تَضرُّعًا وَخیفۃً ودونَ الجہرِ مِنَ القولِ بِالغُدُوِّ وَال ءاصالِ وَلاتکُن مِنَ الغٰفِلین ۲۰۵ ... سورۃ الاعراف

اگرچہ کچھ حنفی دیوبندی مساجد میں بھی نماز کے بعد اجتماعی دعا اور دعا بعد الفرائض میں رفع یدین کی بدعت آہستہ آہستہ ختم ہورہی ہے لیکن حنفی مساجد میں اس فتویٰ پر عمل درآمد کی رفتار بہت سست ہے جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ فتویٰ مذکورہ بالا تالیف کے اَوراق میں ہی دَب کر رہ گیا ہے، عوام کے سامنے آیا ہی نہیں۔ اس تالیف میں بھی یہ فتویٰ، فتویٰ کے عنوان سے نہیں بلکہ ’’حاصل کلام‘‘ کے عنوان سے چھپا ہے۔ اس طرح یہ فتویٰ عوام کی نظروں سے اوجھل رہا ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اس فتویٰ کی خوب تشہیر ہوتا کہ لوگ اس پر عمل درآمد کی طرف متوجہ ہوں۔

امید ہے کہ آپ بھی مذکورہ بالا فتویٰ سے پوری طرح متفق ہوں گے ۔ اس لئے آپ سے درخواست ہے کہ آپ اس فتویٰ کو اپنے تائیدی نوٹ کے ساتھ دارالافتاء اوراحکام و مسائل کے زیر عنوان بالترتیب ماہنامہ ''محدث'' اور ہفت روزہ ''الاعتصام'' کی قریبی اشاعت میں شائع کرواکر عوام کو اس بدعت کے چنگل سے نجات حاصل کرنے میں مدد و رہنمائی فرماکر ثوابِ دارین سے مستفید ہوں ۔'' (چوہدری محمد سرور، جوہر ٹاون لاہور)

اسی موضوع پر دیگر کتب ومضامین :

۱۔ التحفۃ المرغوبۃ فی افضلیۃ الدعاء بعد المکتوبۃ از شیخ محمد ہاشم سندھی

۲۔ المنح المطلوبۃ فی استحباب رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوت المکتوبۃ از حافظ احمد بن محمد بن صدیق الغماری المغربی

۳۔ سنیۃ رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوات المکتوبۃ از محمد بن عبدالرحمن الاہدل یمنی (شیخ ابوغدہ نے ان تینوں رسالوں کو اپنی تعلیق و تخریج کے ساتھ یکجا کرکے شائع کیا ہے)

۴۔ مسلک السادات إلی سبیل الدعوات بعد الصلوات المکتوبات از شیخ محمد علی المالکی المکی

۵۔ استحباب الدعوات عقیب الصلوات از مولانا محمد اشرف علی تھانوی

۶۔ حسن التفہم والدرک لمسالۃ الترک از عبداللہ الغماری

۷۔ الاذکار المسنونۃ بعد الصلوات المکتوبۃ از ظفر الحسن

۸۔ التحقیق الحسن فی نفی الدعاء الاجتماعی بعد الفرائض والسنن از عماد الدین حنفی دیوبندی بلوچستانی

۹۔ زبدۃ الکلمات فی حکم الدعا بعد الصلوات از مفتی رشید احمد حنفی

۱۰۔ النفائس المرغوبۃ فی حکم الدعا بعد المکتوبۃ از مفتی کفایت اللہ

۱۱۔ فرض نمازوں کے بعد دعائے اجتماعی کے فضائل و دلائل'' از عبدالجبار سلفی

۱۲۔ الدعاء ؛ روح عبادت از بشیر الرحمن سلفی

۱۳۔ اجتماعی دعا کی شرعی حیثیت از رانا محمد اسحق رحمہ اللہ

۱۴۔ فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا از مولانا محمد عبدالمعبود

۱۵۔ اجتماعی دعا از مولانا صفدر عثمانی

ضمنی طور پر درج ذیل علما نے اجتماعی دعا پر بحث کی ہے، چند ایک کا تذکرہ حسب ِذیل ہے :

۱۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فی مجموع الفتاویٰ (۲۲/۵۱۹) نیز الفتاویٰ الکبریٰ (۱۸۸/ا تا ۲۰۵)

۲۔ امام شاطبی فی الاعتصام (۲۶۹، ۲۵۲/۱، ۳۶۷، ۳۵۳)

۳۔ ابن قیم فی زادالمعاد (۲۵۷/۱)

۴۔ ابن الحاج فی المدخل (۲۷۶/۲)

۵۔ شیخ ابن باز فی فتاویٰ وتنبیہات (ص: ۳۱۱)

۶۔ شیخ صالح بن عثیمین فی فتاویٰ (۳۶۷/۱، ۳۶۸)

۷۔ سید نذیر حسین محدث دہلوی فی فتاویٰ نذیریہ (ج ا ص ۵۶۶تا ۵۷۰)

۸۔ حافظ عبداللہ محدث روپڑی فی فتاویٰ اہلحدیث (ج ۲ ص ۱۹۰تا ۱۹۳)

۹۔ عبدالروف بن عبدالحنان فی القول المقبول فی شرح وتعلیق صلوٰۃ الرسول (ص ۴۸۹تا ۵۰۰)

علاوہ ازیں درج ذیل رسائل وجرائد میں بھی اس موضوع پر بحثیں موجود ہیں :

۱۔ الاعتصام ج ۵۴عدد ۱۶؛ ۲ تا ۱۸ جنوری ۲۰۰۲ئ (ص ۱۰تا ۱۱)

۲۔ ایضاً عدد ۷؛ ۲۳فروری ۳تا یکم مارچ، (ص: ۱۳)

۳۔ ایضاً عدد ۱۹؛ ۲۵تا ۳۱ مئی (ص ۷تا ۱۱)

۴۔ ایضاً عدد ۲۲؛ ۱۵تا ۲۱ جون ۲۰۰۲ء (ص ۱۱تا ۱۵)

۵۔ ماہنامہ شہادت ج ۱ عدد ۳؛ مارچ ۲۰۰۲ء (ص ۴۰)

۶۔ ایضاً عدد ۱۰؛ اکتوبر ۲۰۰۲ء (ص ۴۰)

۷۔ ماہنامہ القاسم ج ۶ عدد ۱۱؛ مارچ ۲۰۰۳ء (ص ۱۹)

۸۔ ایضاً عدد ۱۲؛ اپریل ۲۰۰۳ئ (ص ۱۶) (فہرست تیار کردہ : ادارہ محدث)

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ حافظ ثناء اللہ مدنی

کتاب الصلوٰۃ : صفحہ :610